رئیس احمد جعفری

سرورِ کائنات کا رویّہ منافقوں سے

کھلے ہوئے دوست اور کھلے ہوئے دشمن کے ساتھ طرزِ عمل متعین کرنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آتی - یہ دوست ہے وہ دشمن ہے - دوست اس لئے ہے کہ موردِ لطف و کرم بنے اور دشمن اس لئے ہے کہ اُسے ترکی بترکی جواب دیا جائے لیکن دشمن کی ایک قسم اور ہوتی ہے - یہ قسم ہے منافقوں کی یہ اپنے تیئں دوست ظاہر کرتے ہیں - دوستی کا عوامی دعوے کرتے ہیں - پیمانِ رفاقت بڑے زور شور سے استوار کرتے ہیں لیکن در پردہ دشمن ہوتے ہیں - دشمنوں سے ساز باز رکھتے ہیں - ہر وقت تخریب کے درپے رہتے ہیں - سازش کرتے ہیں نقصان پہنچاتے ہیں - تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے - یہ دشمن کی سب سے بدترین خطرناک اور ناقابلِ برداشت قسم ہے ایسے لوگ جب بے نقاب ہو جائیں تو انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا - ان پر لطف و کرم کی بارش نہیں کی جا سکتی - انہیں موردِ مہر و کرم نہیں بنایا جا سکتا - یہ صرف اس قابل ہوتے ہیں کہ جہاں ملیں کچل دیئے جائیں - جہاں ان کا سراغ لگے - پامال کر دیئے جائیں جب یہ ہاتھ آئیں - ان کے جسم و جان کا رشتہ بلا تامل منقطع کر دیا جائے - زمانۂ قبل از تاریخ میں بھی یہی ہوتا تھا، دورِ تاریخ کے آغاز میں بھی ایسا ہی ہوا - اور اب کہ دنیا عمرانیت اور حضارت کے اوجِ کمال پر ہے - یہی اصول کارفرما ہے سچ تو یہ ہے کہ بغیر اس تطہیر کے کام بھی نہیں چل سکتا - نہ نظم قائم ہو سکتا ہے نہ امن بحال ہو سکتا ہے نہ دوستوں کی شناخت ہو سکتی ہے - نہ دشمنوں سے نجات مل سکتی ہے - اب ہمیں دیکھنا ہے کہ آقائے دو جہاںؐ نے منافقوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ؟ ان کا کس طرح قلع قمع کیا ؟ ان سے کیونکر نجات حاصل کی ؟ انہیں کیسی عبرت انگیز اور لرزہ خیز سزائیں دیں ——— ؟

اس سلسلہ میں چند واقعات خاص طور پر اس قابل ہیں کہ پیشِ نظر رہیں تاکہ عہدِ رسالت کی صحیح تصویر آپ کے سامنے آ جائے اور رسالت مآبؐ کے کردار و اخلاق اور صفات و سیرت کا واضح خاکہ متعین ہو جائے -

منافق کا وار - غزوۂ احد تاریخِ اسلام میں اپنے نتائج کے اعتبار سے بڑی فیصلہ کن جنگ ہے - کفارِ قریش نے اس لڑائی کا بڑی تیاریوں کے ساتھ انتظام کیا - بدر میں انہیں جو شکست فاش ہوئی تھی - اس کا بدلہ لینے کے لئے وہ بے چین تھے سردارانِ قریش جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے تھے ان کے متعلقین ایک خوفناک جنگ کے لئے سربکف ہو چکے تھے - قریش کے کاروانِ تجارت کا جو نفع جمع ہو رہا تھا - طے ہوا کہ اسے جنگی تیاریوں پر صرف کر دیا جائے - اور یہ تجویز بڑی گرمجوشی اور مسرت

کے ساتھ منظور کر لی گئی۔

آنحضرتؐ اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اگر جنگ مسلط کر دی جاتی۔ تو پھر میدانِ جنگ آپؐ کا محبوب ترین مقام بن جاتا تھا۔ جب آپؐ کو قریش کی تیاریوں کا علم ہوا تو آپؐ نے بھی جتنی اور جیسی کچھ تیاریاں ممکن تھیں۔ شروع کر دیں۔ لیکن یہ تیاریاں ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں۔ کہ یک بیک قریش کا لشکر نمودار ہو گیا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر اس نے احد پر پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ تعدادِ لشکر کے بارے میں آپ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا بہت زیادہ ہے۔ یہ اندیشہ تھا۔ کہیں قریش کا لشکر بڑھ کر مدینہ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ چنانچہ ہر طرف چوکی پہرے کا انتظام کیا۔ مسجدِ نبویؐ کے دروازے پر دو صحابی رات بھر مسلح کھڑے پہرہ دیتے رہے۔ دوسرے دن صبح مشورہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے یہ رائے دی کہ شہر میں قلعہ بند ہو کر لڑا جائے۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ پہلی رائے دینے والوں میں عبداللہ بن ابی بھی تھا یہ بہت بڑا منافق تھا اور منافقوں کا سردار بھی۔ بحث و مباحثہ کے بعد آنحضرتؐ نے دوسری رائے قبول فرمائی۔ اور بعد نمازِ جمعہ ایک ہزار سرفروشوں کے ساتھ بارادۂ جنگ شہر سے باہر نکلے۔ ان ایک ہزار لوگوں میں تین سو عبداللہ کے آدمی تھے۔ وہ تھوڑی دور ساتھ چلنے کے بعد اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ اس نے کہا:

جب محمدؐ نے میری رائے نہ مانی۔ تو میں ان کا ساتھ کیوں دوں!

غور کر لیجئے یہ کتنا بروقت نفسیاتی وار تھا۔ جو اس منافق نے لشکرِ اسلام پر کیا تھا۔ مسلمان ایک ہزار سے سات سو رہ گئے ان باقی ماندہ سات سو نفوس پر تین سو کے یک بیک الگ ہو جانے کا کیا اثر پڑنا چاہیئے تھا! لیکن آپؐ کو خدا پر بھروسہ تھا۔ آپؐ نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔ یہی سات سو جاں نثار لے کر ایک بڑے لشکر کے مقابلہ کو نکلے۔ اور بالآخر خدا نے فتح عطا فرمائی۔ عبداللہ کو اس حرکت کی سزا یہ سات سو آدمی ہی قضیۂ زمین بر سرِ زمین کے مطابق دے سکتے تھے اور جنگ احد کے خاتمہ کے بعد تو بڑی آسانی سے ایسے نازک وقت میں دھوکہ دے کر الگ ہو جانے والے تین سو آدمیوں کو نہیں۔ تو ان کے سردار کو ضرور موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا تھا۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ کچھ نہ ہوا۔ نہ منافقین کو کوئی سزا دی گئی۔ نہ ان کے سردار عبداللہ کے ساتھ کسی طرح کا مخاصمانہ رویہ اختیار کیا گیا۔

منافق کی سازش۔ یہودیوں کا اسلام اور داعیٔ اسلام کے ساتھ جو معاندانہ، باغیانہ اور سرکشانہ رویہ تھا۔ اسے تاریخ کا ایک معمولی طالبعلم بھی جانتا ہے۔ وہ صلح و سلام کے ہر عہدنامے کو ردّی کاغذ کے ایک ٹکڑے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے وہ لڑنے مرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ وہ کسی موقع پر لچک اور نرمی کا برتاؤ کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ بنو نضیر کی سرکشی حد سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس کی جہاں ایک وجہ تھی کہ وہ بڑے بڑے مضبوط اور مستحکم قلعوں میں پناہ گزیں تھے وہاں ایک دوسری وجہ بھی تھی کہ مدینہ کے منافق ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے جب ان سے

معاہدہ صلح کر لینے کی خواہش فرمائی۔ تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس موقعہ پر بھی عبداللہ بن ابی نے حسب معمول انہیں شہ دی اور اطمینان دلایا کہ جب تم لڑنے نکلو گے تو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ میں بھی تمہاری مدد کو آؤں گا (العیاذ باللہ) عبداللہ کی اس حرکت کی اطلاع وحی الٰہی نے آپ کو دے دی۔ کہ یہ منافقین کافروں (یہودیوں) سے کہہ رہے ہیں۔

وان قوتلتم لننصرنکم۔ اگر تم مقابلہ کے لئے نکلے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔

کیا اس سے بڑا جرم بھی کوئی ہو سکتا ہے جس کا ان منافقوں نے ارتکاب کیا تھا؟ لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں کسی طرح کی کوئی سزا نہ فرمائی۔ اپنی تیاریوں میں لگے رہے نہ منافقین کی پرواہ کی نہ یہودیوں کی طاقت سے مرعوب ہوئے!

منافق ساتھی :- انصار اور مہاجرین میں رسول اللہؐ نے وہ اخوت پیدا کر دی تھی کہ اس بھائی چارہ کے آگے صلب اور رحم کے رشتے ہیچ تھے۔ کوئی انصاری اگر مرتا تھا تو مہاجر بھائی اس کی وراثت میں حصہ پاتا تھا۔ ایسی مواخات دنیا میں پہلی بار قائم ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد دنیا یہ دل آویز منظر نہ دیکھ سکی۔

منافقین اس کوشش میں رہتے تھے کہ مہاجرین اور انصار میں غلط فہمی پیدا کر کے جنگ و پیکار کرا دیں۔ تاکہ یہ عجیب و غریب بھائی چارہ بھی ختم ہو۔ اور ان دونوں کے اتحاد نے کفار و مشرکین کے لئے جو ایک خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ وہ بھی دور ہو جائے مگر ان کی کوششیں کبھی بار آور نہیں ہوئیں بلکہ ایک دفعہ قریب تھا کہ یہ کوشش کامیاب ہو جاتی۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری کے ذاتی جھگڑے کو عبداللہ نے قومی اور طبقاتی جھگڑا بنا دینے میں کامیابی حاصل کر لی۔ دونوں نے اپنے اپنے طبقہ (مہاجرین اور انصار) کو مدد کے لئے پکارا۔ تلواریں کھنچ گئیں۔ اور لڑائی کا میدان تیار ہو گیا۔ لیکن چند معاملہ فہم لوگوں نے مداخلت کی۔ بات بڑھنے نہ پائی۔ بغیر کسی خونریزی کے وہیں کی وہیں ختم ہو گئی۔

ایسا قدیمی موقع جب ہاتھ سے نکلتے دیکھا۔ تو عبداللہ تلملا اٹھا۔ اس نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا۔

تم نے خود ہی یہ مصیبت مول لی ہے۔ مہاجرین کو تم نے اتنا بڑھایا کہ اب وہ برابری کا دعوے کر کے تمہارے منہ آنے لگے ہیں۔ اب بھی موقع ہے۔ اپنا دست اعانت کھینچ لو تو یہ (مہاجرین) فوراً (بے یار و مددگار رہنے کے باعث) بھاگ کھڑے ہوں گے۔

عبداللہ کی یہ باتیں ایسی نہ تھیں۔ جو نظر انداز کر دی جاتیں۔ معاملہ دربار رسالتؐ میں پہنچا۔ حضرت عمرؓ بھی موجود تھے انہوں نے سرورِ کائناتؐ سے عرض کیا۔

۔ کسی کو حکم دیجئے۔ وہ اس منافق کی گردن اڑا دے!

اور کون کہہ سکتا ہے حضرت عمرؓ کی یہ رائے قرین صواب نہ تھی؟ لیکن کیا رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کے اس مشورہ کو قبول کر لیا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

کیا تم اسے پسند کرو گے کہ لوگ کہیں محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں؟

حضرت عمرؓ کچھ جواب نہ دے سکے۔ اور رحمت عالمؐ کے عفو تام نے ایک بہت بڑے منافق کی جان بچالی۔

منافق باپ کا مومن بیٹا ۔ یہی نہیں۔ اس رئیس المنافقین کے ساتھ ایک اس سے بھی بڑا اور حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ جب عبداللہ بن ابی کی منافقانہ سرگرمیاں حد سے بڑھ گئیں۔ ان میں کسی طرح کی کمی نہ واقع ہوئی۔ بلکہ اضافہ ہی ہونے لگا۔ تو مسلمانوں میں اس کے قتل کا چرچا ہونے لگا۔ یہ افواہ پھیلنے لگی اب وہ بچ نہیں سکتا۔ حضور رسول اللہؐ اس کے قتل کا حکم امروز فردا میں صادر فرما دیں گے۔

بات قرین قیاس تھی۔ شدہ شدہ عبداللہ بن ابی منافق اعظم کے بیٹے عبداللہ ابن عبداللہ کو پہنچی۔ یہ عبداللہ بڑے پکے اور سچے مسلمان تھے۔ اسلام کے شیفتہ رسول کے جاں نثار اور باپ کے خدمت گذار۔ یہ خبر سن کر سیدھے دربار رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا جو کچھ میں نے سنا ہے (عبداللہ بن ابی کے حکم قتل کے متعلق) اگر وہ صحیح ہے تو صرف اتنی استدعا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے حکم دیا جائے۔ میں اپنے باپ کا سر ابھی کاٹ کر قدموں پر لا کر پھینک دوں گا۔

آپ نے یہ سنا اور جلتے ہوئے کیا جواب دیا۔

" نہیں ہم اس کے قتل کا حکم نہیں دیں گے۔ اس سے لطف و کرم کا برتاؤ کریں گے "

عبداللہ باپ کی جان بخشی کی نوید سن کر چلے گئے۔ باپ بھی اپنی جان کے بچ جانے پر خوش ہوا۔ لیکن اس کی منافقانہ سرشت جوں کی توں قائم رہی۔ اس میں کوئی فرق نہ آیا۔

منافقوں کا عذر لنگ ۔ رسالتمآبؐ ہمیشہ لڑائی پر صلح کو ترجیح دیتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے یہودیوں اور مشرکوں سے معاہدے کئے اور ان پر سختی سے عمل کیا۔ لیکن مشرکین اور یہود کے معاہدے صرف اس لئے تھے کہ جب مناسب سمجھیں انہیں چاک کر دیں۔ جنگ خندق (۵ھ) انہی عہد شکن یہودیوں اور قریش نے بغیر کسی وجہ کے برپا کی تھی۔ بنو نضیر تو خیر عہد شکنی میں ممتاز تھے ہی بنو قریظہ بھی جواب تک پاس عہد کرتے چلے آ رہے تھے۔ بنو نضیر کے بہکاوے میں آ گئے اور معاہدے کو پس پشت ڈال کر ان کے ساتھی بن گئے۔ آپؐ نے معاہدے کی یاد دہانی اور اتمام حجت کے لئے دو صحابیوں کو ان کے پاس بھیجا انہوں نے جو جواب دیا۔ وہ یہ تھا۔

" نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ محمدؐ کون ہے؟ نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ معاہدہ کیا ہوتا ہے؟ "[1]

یوں بھی کفار و مشرکین کا لشکر بہت بڑا تھا۔ اب بنو قریظہ نے اس کی تعداد دس ہزار تک پہنچا دی۔ اور اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس توکل اور نصرت الٰہی پر بھروسہ کے سوا کیا تھا۔ کفار و مشرکین کی اس متحدہ یلغار کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی قوت پارہ پارہ کر دی جائے۔ نہ صرف یہ کہ پھر کبھی وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ بلکہ زندگی کے سانس بھی نہ لے سکیں۔

ایک یہودی سردار حی بن اخطب نے اپنے خیال میں سچ ہی کہا تھا "اب اسلام کا خاتمہ ہے"

---

[1] فتح الباری

اس دس ہزار کے لشکر جرار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی - پھر بے مائگی مستزاد۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ خندق کھود کر جنگ لڑی جائے - خندق کھودنے میں آپ نے برابر کا حصہ لیا - کفار و مشرکین نے تین طرف سے محاصرہ کر لیا تھا - حالات سخت نازک تھے - مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی - وسائل بھی ناپید تھے روپیہ اور اناج بھی نہیں تھا - لیکن کفر و شرک کی یورش سے گھبرانا اور پیٹھ پھیرنا مسلمان کا شعار نہیں - حالات خواہ کتنے ہی نامساعد اور نازک ہوں مسلمان کلمۃ الٰہی کی سربلندی کے لئے جان کا قربان کر دینا ایک کھیل سمجھتا ہے - ہاں تو تاریخ کا یہ عجیب و غریب کھیل جاری تھا ایسا کھیل جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی -

ایک مہینہ تک یہ محاصرہ قائم رہا - اس محاصرہ نے مسلمانوں کی حالت اور زیادہ زار و زبوں کر دی - بار بار فاقے کرنا پڑے ایک مرتبہ صحابہ پر مسلسل تین فاقے گذر گئے - انہوں نے آنحضرت کے سامنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھائے (عربوں کا معمول تھا کہ شدت گرسنگی کے عالم میں پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے تاکہ کمر سیدھی رہے) یہ منظر دیکھ کر آپ نے بھی اخفائے حال مناسب نہ سمجھا - شکم مبارک کھولا - تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے ؎

مسلمانوں کے اس چھوٹے سے لشکر میں منافقین کی خاصی تعداد تھی - شروع شروع میں تو یہ اپنے نفاق کو چھپاتے رہے لیکن جب شدائد کا دور سخت ہوا تو نفاق چھپائے نہ چھپ سکا عذر ہائے لنگ پیش کر کر کے واپس جانے کی اجازت طلب کرنے لگے - قرآن مجید میں جنگِ خندق (جسے جنگ احزاب بھی کہتے ہیں - کیونکہ بہت سی جماعتیں نے متحدہ یلغار کی تھی) کے متعلق جو سورہ (احزاب) ہے اس میں ان کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے عذرات کا مقصد راہ فرار تلاش کرنا ہے -

ان یریدون الا فرارًا — ان لوگوں (منافقوں) کا ارادہ صرف یہ ہے کہ بھاگ کھڑے ہوں -

لیکن راہ فرار تلاش کرنے والے ان منافقوں کے ساتھ نہ صرف وہ رویہ نہیں اختیار کیا گیا جو میدان جنگ سے بھاگنے والے سپاہی کے ساتھ ہوتا ہے - بلکہ انہیں کسی طرح کی سزا نہیں دی ایک طرف ان کا یہ حال تھا - دوسری طرف کھرے اور سچے مسلمان تھے - جو اس جنگ کی ہر حالت میں ہر سختی اور ہر مصیبت کے موقع پر جان ہتھیلی پر لئے قربان ہونے کو تیار رہتے تھے - وہ جانتے تھے - جان خدا کی دی ہوئی ہے - اس سے بڑھ کر اس کا مصرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ خدا کی راہ میں کام آجائے ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

منافق کو مشتبہ کا فائدہ - مدینہ سے یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد خیبر ان کا مستحکم ترین اور ناقابل تسخیر قلعہ بن گیا تھا - یہاں اطمینان سے بیٹھ کر وہ اسلام او داعی اسلام اور مسلمانوں کے تخریب کی تدبیریں سوچا کرتے - سازشیں

جنگ ——————— کیا کرتے اور جنگی منصوبے بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ
خیبر سے کچھ قبل یہودیوں نے بنو غطفان کو اپنے ساتھ ملا کر جنگ کی طرح ڈالنا چاہی۔ مدینہ کے منافقین برابر یہودیوں کو خبریں پہنچا رہے تھے اور شہ دے رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے کوشش کی۔ کہ جنگ نہ ہو۔ بلکہ معاہدہ صلح ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے آپؐ نے ایک صحابی کو بھی بھیجا۔ لیکن وہ جنگ فتح کر لینے کے نشہ میں تھے۔ صلح کی باتیں کیا سنتے ؛ پھر جب کہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے انہیں یقین دلا رکھا تھا۔

محمدؐ کچھ نہیں کر سکتے۔ مٹھی بھر آدمیوں کے سوا ان کے پاس ہتھیار تک نہیں۔ وہ کیا لڑیں گے ؟ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ غطفان جو اب تک شرکت یہود کے بارے میں تذبذب میں تھے۔ ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔

اور منافقین کی یہ دراندازیاں اس لئے تھیں۔ کہ وہ جانتے تھے۔ انہیں کوئی سزا نہیں ملے گی۔ انہیں جماعت سے خارج نہیں کیا جائے گا۔ ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا۔ ان کا اسلام زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔ اس لئے اسلام کا یہ اصول ہے کہ کسی ایسے شخص کی جان نہیں لیتا۔ جو اسلام کا مدعی ہو۔ اگرچہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بول رہا ہو۔

مسجد ضرار۔ اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں۔ کہ منافقین کی سب سے بڑی اور دیرینہ تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو۔ وہ ایک دوسرے سے الجھ پڑیں۔ ان میں جو اخوت، محبت ہمدردی اور ملاطفت کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے، وہ سرد پڑ جائے تاکہ اسلام پنپ نہ سکے اور یہ ملت خود آپس کے نزاع میں مبتلا ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔

چنانچہ مسجد قبا کے قریب انہوں نے ایک جداگانہ مسجد بنائی تاکہ مسلمانوں میں آسانی سے تفرقہ پیدا کیا جا سکے۔ وجہ یہ بتائی کہ معذور اور اپاہج لوگ جو مسجد قبا میں نہیں جا سکتے۔ وہاں آ کر نماز پڑھ لیا کریں۔

آنحضرتؐ کو وحی الٰہی نے بتا دیا کہ در اصل مقصد کیا ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے :۔

والذین اتخذو مسجدًا ضرارًا وکفرًا	اور ان لوگوں نے مسجد ضرار کو کفر کے لئے اور مسلمانوں میں
تفریقًا بین المومنین	پھوٹ ڈالنے کے لئے بنائی ہے۔

رسول اللہؐ نے اس مسجد میں آگ لگوا دی۔ اور اسے مسجد کے طور پر نہیں استعمال ہونے دیا۔ لیکن منافقوں کو ہر سزا سے محفوظ رکھا۔

منافقوں کی فتنہ انگیزی۔ فتح مکہ سے ایک سال قبل کا واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی رومیوں کا ایک لشکر گراں مسلمانوں سے برسر پیکار ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے، یہ سنکر آپؐ نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں مگر موسم نہایت گرم تھا (گرمی اور وہ بھی عرب کی) اور قحط کی شدت نے حالات کو صد درجہ ناسازگار بنا دیا تھا لیکن آپؐ کی تیاریاں جاری تھیں اور جو مخلص مسلمان تھے۔ وہ ان شدائد کے باوجود راہ خدا میں اپنی جان قربان کر دینے کو تیار اور آمادہ تھے

لیکن منافقین نہ صرف یہ کہ بہانہ بازی اور عذر تراشی کر کے وہ ان کی سرگرمیوں سے الگ رہے بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو بھی بھڑکانا شروع کیا۔ کہ اس قحط اور اس گرمی میں وہ کیوں گھر کی عافیت چھوڑ کر جنگ کی صعوبتیں برداشت کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔

لا تنفروا فی الحر — اس گرم موسم میں باہر نہ نکلو

یہ تھا دعوتِ رسالتؐ کے جواب میں ان کا وہ خفیہ پیغام جو مسلمانوں کے کانوں تک صرف اس لئے پہنچایا جا رہا تھا کہ وہ ایک بڑی سعادت سے محروم رہ جائیں۔

ان فتنہ طرازیوں کے باوجود نہ آپؐ کی جان کو کوئی گزند پہنچا نہ مال کو۔

منافق کی سپر۔ ایک بدری صحابی نے ایک مرتبہ آنحضرتؐ کو اپنے گھر بلایا۔ وہاں تشریف لے گئے تو کھانے کے لئے اصرار ہوا۔ آپؐ راضی ہو گئے۔ محلہ کے تمام لوگ اس موقع پر موجود تھے کسی نے کہا۔

"آج مالک بن دخشن نظر نہیں آتے؟"

ایک شخص نے یہ سنکر کہا۔

"وہ منافق ہے"

یہ سنکر رسول اللہ نے فرمایا۔

یہ نہ کہو وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔

سب خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ دینا ایک منافق کے لئے بھی سپر بن جاتا ہے۔

منافق کا اقرار سے انکار۔ واقعہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جو تہمت لگائی گئی تھی۔ وہ ہر مسلمان کو معلوم ہے حضرت عائشہؓ کی طہارت و تقدیس کی خود قرآن مجید نے توثیق فرمائی۔ لیکن یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ ام المومنینؓ کی ذات گرامی پر ایسا رکیک اتہام قدرتاً اس سے آنحضرتؐ کو تکلیف ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھی صدمہ در صدمہ ہوا۔ اور خود حضرت عائشہؓ کے قلب و دماغ پر جو کچھ گذری اس کا اندازہ ہر حساس شخص بآسانی کر سکتا ہے۔ لیکن اتنے بڑے واقعہ کے سلسلہ میں ہوا کیا؟ اس سلسلہ میں تین خاص اہم شخصیتوں کا ذکر لازمی ہے۔ تہمت لگانے والوں کو شرعی سزا دی گئی۔ یعنی درے لگائے گئے ان سزا پانے والوں میں حضرت حسانؓ بن ثابت بھی تھے جو صحابی رسول اور شاعر رسولؐ تھے۔ لیکن منافقین کے بہکاوے میں آ گئے اور تہمت لگانے والوں میں شریک ہو گئے۔

ایک دوسرے صاحب مسطح بن اثاثہ تھے۔ یہ بھی تہمت لگانے والوں میں (منافقین کے بہکاوے میں آکر) شریک تھے انہیں بھی شرعی سزا ملی۔ لیکن مزید سزا یہ ملی۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو ان کے کفیل معاش تھے۔ اپنی مالی امداد بند کر دی۔ اور قسم کھا لی کہ ایسے شخص کی مدد اب کبھی نہیں کریں گے۔ یہ بات خدا کو بری لگی اور آنحضرتؐ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون۔ الخ — تمہیں عفو و درگذر سے کام لینا چاہیئے کیا تم اسے پسند

یغفر اللہ لکم واللہ غفور الرحیم   نہیں کرتے کہ خدا تمہاری مغفرت فرمائے اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے
لیکن اس واقعہ کا اصل ہیرو منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی تھا - اور آپ اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ یہ سب کچھ اسی کا کیا ہوا ہے - لیکن ہم دیکھتے ہیں راسخ العقیدہ اور صالح مسلمانوں کو حد شرعی برداشت کرنا پڑی - اس لئے کہ ان پر جرم ثابت تھا اور عبد اللہ بن ابی صاف بچ گیا - اس لئے کہ اسے خود اقرار نہیں تھا کہ اس نے تہمت لگائی - اور شواہد و قرائن خواہ کتنے ہی قوی موجود ہوں لیکن کوئی ایسی شرعی شہادت موجود نہیں تھی جس کی بنا پر اسے سزا دی جا سکتی - کیا یہ معمولی واقعہ ہے ، کیا اس عفو و درگذر اور لطف و مرحمت اور احسان و نعمت کی کوئی حد مقرر کی جا سکتی ہے ؟

مطبوعات بزم اقبال

مجلہ اقبالؒ   مدیر :- ایم ایم شریف ، بشیر احمد ڈار
سہ ماہی اشاعت دو انگریزی ، اور دو اردو شماروں میں قیمت سالانہ دس روپے صرف اردو یا انگریزی شمار پانچ روپے

		روپے آنے پائی
میٹافزکس آف پرشیا	(انگریزی) مصنفہ علامہ اقبالؒ	۵ — ٠ — ٠
ذکر اقبالؒ	مصنفہ مولانا عبد المجید سالک	۵ — ٠ — ٠
اقبالؒ اور ملا	مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم	٠ — ۱۲ — ٠
مکاتیب اقبالؒ	بنام خان محمد نیاز الدین خاں مرحوم	۱ — ۴ — ٠
تقاریر یوم اقبالؒ	۱۹۵۴ء	۱ — ۴ — ٠
علامہ اقبالؒ	مترجمہ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم	۱ — ۸ — ٠
جدید سیاسی نظریے	مصنفہ سی ، ای ، ایم جوڈ - مترجمین عبد المجید ملک ، عبد الحمید	۲ — ۱۲ —
غیب و شہود	مصنفہ سر آرتھر ، اشینلے ایڈنگٹن - مترجم سید نذیر نیازی	۲ — ۱۴ —

ملنے کا پتہ :- معتمد بزم اقبالؒ ، مجلس ترقی ادب - ۲ ، نرسنگ داس گارڈن ، کلب روڈ - لاہور